رباعیاتِ قدسی

فکر

حقائق آگاہ معارف دستگاہ حضرت مرشدِ عالم سیّد اسدُالرحمٰن قدسی

اعلیٰ اللہ مقامہم

مطبوعہ

لطیفی برقی پریس دہلی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مقدّمہ

(از مولوی عُبَیدُ الرّحمٰن صاحب ایم۔اے، ریسرچ اسکالر لکھنؤ یونیورسٹی)

اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ نازک اور مشکل چیز رباعی ہے، اور اسی کے ساتھ سب سے زیادہ دلکش و موثر بھی ہے۔

نازک اور مشکل تو اس لئے ہے کہ اساتذۂ عروض نے رباعی کے اوزان و بحور سب سے الگ رکھے ہیں جس سے اس کی ایک مستقل اور جداگانہ صنف ہوگئی ہے۔ یہ اوزان و بحور اس قدر نازک اور مشکل ہیں کہ خفیف سی لغزش بھی دائرہ سے باہر ہو جاتی ہے، بڑے بڑے کہنہ مشق بھی آسانی سے رباعی پر قابو نہیں پا سکتے۔ عام طور سے تو رباعی کا موزوں کرنا کجا صحیح طور سے پڑھنا بھی سہل نہیں ہے۔

دلکش و موثر اس لئے ہے کہ چار مصرعوں میں ایک مکمل موضوع نظم ہو جاتا ہے اور چونکہ رباعی کی صنف کچھ ایسی ہے کہ اس میں رطب و یابس مضامین اور بے تُکے یا خیالات سما ہی نہیں سکتے اس لئے بھی مقابلۃً دیگر اصنافِ سخن سے زیادہ شیریں، مفید، اور معنے خیز ہے۔

حکیم رودکی تو رباعی کا موجد ہی تھا مگر قاآنی، ظہیر فاریابی، خواجہ حافظ، سرمد، خواجہ کرمانی، جامی، عطار، اور شیخ سعدی نے بھی اس نازک صنف کو ہمیشہ حقائق و معارف اور واردات و معاملات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

شیخ ابوسعید اور عمر خیام کی رباعیاں بہت مشہور ہیں، ابوسعیدؒ کی رباعیاں صوفیانہ رنگ میں ہیں اور عمر خیام کی رباعیاں فلسفیانہ۔

اردو میں اکبر و حالی رباعی کی طرف میلان رکھتے تھے چنانچہ رباعیاتِ اکبر اور رباعیاتِ حالی شعر و ادب کی جان ہیں۔

ہمارے مخدوم حضرت مرشدنا سید اسد الرحمٰن قدسی مدظلہ العالی نے بھی اپنے وارداتِ قلبی کے اظہار کے لئے رباعی کو پسند فرمایا ہے، حضرت مخدوم مدظلہم کی رباعیاں نہ تو صوفیانہ رنگ میں ہیں اور نہ فلسفیانہ، بلکہ حکیمانہ و عارفانہ رنگ ہے، حقیقت

و معرفت کے اَسرار کچھ ایسے موثر پیرائے میں بیان فرمائے ہیں جو دل میں اُتر کر قلب و
روح کو مسخر کرتے ہیں، زبان کی سلاست و شگفتگی کو دیکھ کر بے ساختہ سُبحان اللہ
زبان پر آجاتا ہے، بیان کی سادگی اور طرزِ ادا کی دلچسپی محوِ حیرت کر دیتی ہے بعض رباعیاں
تو بار بار پڑھ کر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی، جس طرح روحانی معاملات و حالات کے لئے
ذاتِ گرامی ایک سرمایۂ تسکین و طمانیت ہے اسی طرح حضرت مدظلہٗ کی خوش فکریاں اور
شیریں نوائیاں ادبی خزانہ کو مالامال کئے ہوئے ہیں، طبیعت کی جودت اور ذہانت کی
تیزی حضرت اقدس کا خداداد حصّہ ہے۔

یہ رباعیاں بے شبہ درسِ معرفت و حقیقت ہیں، گم کردہ راہوں کے لئے خضرِ طریقت
اور تلاشِ حق کے مسافروں کے لئے منزلِ مقصود ہیں۔

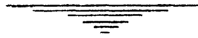
نادر تشبیہات اور پاکیزہ استعارات میں حُسن و عشق کی داستان، محبت کی زبان
سے بیان فرما کر روح میں تڑپ پیدا کر دی ہے، یہ رباعیاں ایک والہانہ کیفیت کی حامل
ہیں، حضرت اقدس مدظلہ کی معرفت سرائی کسی زاہد خشک کا وعظ نہیں بلکہ ایک سرمستِ
خُم خانۂ حقیقت کی وہ کیف افزا صلائے عام ہے جس سے دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔

زہے سعادت کہ مجھ ہیچ میرز کو یہ چند سطریں لکھنے کا شرف نصیب ہوا، امید ہے

اہلِ درد اصحاب اس سرچشمۂ فیض سے تمتع وافر حاصل کرکے اپنے ذوق کی تشنگی کو سیراب کریں گے۔

اللہ ربّ العزّت حضرت مخدوم مدظلہم کی ذاتِ گرامی کو صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔

حلقہ بگوش خادم
عُبَید



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کس منہ سے بیاں ہو وصفِ شانِ معبود
ممکن نہیں، ہو سکے تجلّی محدود
کیا جلوۂ حق ہے آشکارا قدسی
جب سمت نظر اٹھائے دیکھو موجود

(۱)

وہ رحمتِ ذوالجلال پائی ہم نے
جس کی نہ کہیں مثال پائی ہم نے
کیوں ناز نہ ہو اپنے مقدر پہ ہمیں
کیا دولتِ لازوال پائی ہم نے

(۲)

(۳)

سرکارِ دو عالم ہیں خلائق کے امام
پروازِ ملائک سے بھی اونچا ہے مقام
یہ شان یہ رتبہ کس نے پایا قدسی
پہنچا دیا مخلوق کو خالق کا پیام

---

(۴)

عالم ترا مدح خواں ہے اللہ غنی
گھر گھر یہی داستاں ہے اللہ غنی
قدسی کو نوازا ہے نوازش نے تری
کیا رحمتِ بیکراں ہے اللہ غنی

(۵)

سرکارِ دو عالم ہیں کہ مہرِ تاباں
اصحاب ستاروں کی طرح سے رخشاں
ازواجِ مطہرات ماں مسلم کی
اور آلِ نبی سے ہے منور ایماں

---

(۶)

ذی رتبہ نہ سر بلند بن کر آئے
جو آئے وہ مستمند بن کر آئے
دربارِ مدینہ ہے مقاصد کی کلید
اس در پہ تو دردمند بن کر آئے

(۷)

انوارِ الٰہی کا تجلّی دیکھو
افلاک پہ تاروں کا نکھرنا دیکھو
محفل میں فرشتوں کی بھی پہنچو قدسی
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو

---

(۸)

روحانی مقاموں کو نہ پایا تونے
اس مادی عالم ہی کو دیکھا تونے
مانا کہ خدائی کا خلاصہ ہے تو
خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تونے

(۹)

یہ لغزشیں گفتگوئے مستانۂ عشق
یہ شورشیں ہاؤ ہوئے دیوانۂ عشق
مثلِ آئینہ دل ہے محوِ حیرت
یہ تابشیں جلوہ ہا سوئے ویرانۂ عشق

---

(۱۰)

چون ز شرابِ عشق پیمانۂ دل
از حسن بخواہ زیبِ ویرانۂ دل
وز مکر و فریبِ نفس و شیطان بگذر
تا پاک شود ز تیرگی خانۂ دل

(۱۱)

در میکدہ چندان کہ فروغ است نفسے
آزردہ شود او کہ نہ بیند
ہرگز نہ رسد بدست جامے و سبو
تا دست کسے بدست گیرد نہ کسے

۲۰ر(٭)۸

ہاں عشق کو سینے سے لگالے قدسی
دل نور سے معمور بنالے قدسی
ہر سانس میں آواز ہو اللہ اللہ
خوشبو یہی رگ رگ میں بسالے قدسی

(۱۲)

(۱۳)

دل میں جو ذرا گداز پیدا کر لوں
ذوقِ ہوسِ نماز پیدا کر لوں
خود میری جبیں ہو سجدہ گاہِ عالم
اے کاش سرِ نیاز پیدا کر لوں

۲۰ر(٭)۸

کرنا ہے تو اپنی آنکھ بینا کر لو
توبہ کر لو گنہ سے توبہ کر لو
ہو جائیں گی مشکلیں کسی دن آساں
اپنے اللہ پہ بھروسہ کر لو

(۱۴)

(۱۵)

میرے اللہ نے ای غفاری کی
سچ تو یہ ہے کہ ناز برداری کی
خالق سے سوا کیسے بتاؤں معبود
امید رکھیں نہ بُت پرستاری کی

(۱۶)

اے شمعِ تجلی ترا پروانہ ہوں
تو حُسن ہے اور میں ترا دیوانہ ہوں
بن جاؤں نہ کیوں شعلہ میں خود ہی قدسی
خورشید کی تابش سے تو بیگانہ ہوں

(۱۷)

من بندۂ یک حُسنِ حقیقی ہستم
دور از ہمہ آفاتِ مجازی ہستم
محبوب بہ دل جلوہ طراز است مدام
از وسوسۂ رقیب خالی ہستم

(۱۸)

ہر چند کہ از آلِ محمد ہستم
وز علم و کمال و فضل ہم پُر ہستم
با این ہمہ افتخارہا فخرے نیست
نازم ز شرابِ عشقِ او سرمستم

(۱۹)

اے از ہمہ بیزار و شناسا از دل
اے باخبرے ز کاروان و منزل
از بانگِ جرس ترا چہ کارے و چہ سود
رو رو کہ بدستِ تست حلِّ مشکل

٭

(۲۰)

صد رونقِ بزمِ شادمانی تو ہے
تسنیم کی کیف زا روانی تو ہے
ہر برگ و گلِ تر ہے تجھی سے رنگیں
ہاں گلشنِ قدرت کی جوانی تو ہے

(۲۱)

دل جس کا نہیں کوئی وہ مشکل ہوں میں
مضمون انا العبد کا حامل ہوں میں
ہر چیز مرے سامنے آئینہ ہے
اپنی ہی تجلّی کے مقابل ہوں میں

٭

(۲۲)

دل دادہ و دلفگار ہاں ہم ہی ہیں
باسینۂ داغدار ہاں ہم ہی ہیں
ہم رونقِ کوہ و دشت ہم زیبِ چمن
رنگینیِ صد بہار ہاں ہم ہی ہیں

(۲۳)

داغِ غمِ عشق اپنا ماہے دارم
تاریکیِ شب چو صبحگاہے دارم
یا بہر ہمہ آفاق و نیا بہر چیزے
درویشم و دل چو پادشاہے دارم

———(⁂)———

من گاہ بہ ہوش و گہہ بہ مستی ہستم
من گاہ بر اوج و گہہ بہ پستی ہستم
در برتری و ابتریِ من رازیست
مائل بہ خدا زخود پرستی ہستم

(۲۴)

(۲۵)

اس درجہ تجلّی نے نوازا مجھ کو
ہر چیز دکھاتی ہے تماشا مجھ کو
ذرّہ سے نمودار ہے دنیائے طلسم
قطرہ میں نظر آتا ہے دریا مجھ کو

———(⁂)———

ہر جام میں ہے سرور کس کا قدسی
ہر پھول میں ہے ظہور کس کا قدسی
ہر شے میں کہاں سے آگئی تابانی
ہر ذرّہ میں ہے یہ نور کس کا قدسی

(۲۶)

(۲۷)

جب سے اُسے بے نقاب دیکھا ہے
حائل نہ کوئی حجاب دیکھا ہے
قدسیؔ یہ بصیرت کی فراوانی ہے
ہر ذرّہ میں آفتاب دیکھا ہے

(۲۸)

ہر جلوہ ہے بے نقاب سبحان اللہ
آنکھوں سے اٹھا حجاب ماشاءاللہ
دل میں مرے شمعِ طور ضو گستر ہے
ہر ذرّہ ہے آفتاب اللہ اللہ

(۲۹)

ایں موجِ نسیمِ صبح بوئے از اوست
ایں رنگِ بہار محوِ روئے از اوست
در دیدہ مردانِ اہلِ بینش
ہر شے کہ ز خود گذشت سوئے از اوست

(۳۰)

سرگو بہ سرِ خواب صد تماشا دیدیم
رنگِ چمن و بہارِ گلہا دیدیم
لیکن بہ دلِ آئینہ مثال قدسیؔ
ہر آنکہ نہ دیدہ بود پیدا دیدیم

(۳۱)

موجود و وجود را نہ دانند ہمہ
امکان و وجوب را نہ فہمند ہمہ
اطلاق و تقیدات را کے دانند
تا آنکہ بہ ذات خود نہ بینند ہمہ

(۳۲)

ہر رنگ سے ایک جلوہ میرا قدسی
خوشبو ہے ہر اک پسینہ میرا قدسی
میں پرتو حسنِ ذات بے پرواہوں
دنیا ہے حسین چہرہ میرا قدسی

(۳۳)

ہر برگ گلِ تر میں تماشا دیکھا
ہر قطرۂ شبنم میں بھی جلوا دیکھا
ہر چیز پہ غور سے نگاہیں ڈالیں
ہر ذرّہ میں اک نور جھلکتا دیکھا

(۳۴)

آنم کہ تمام دہر را می بینم
ہر سر کجا می بینم
لیکن نہ شناسم آنچہ حقیقت
اے روشنیِ چشم چرا می بینم
چیزے کہ نہ دیدہ ام چرا می بینم

(۳۵)

گذرے ہیں بہت حکیم و دانا اب تک
لیکن نہ سمجھ میں راز آیا اب تک
ادراک کی کیا مجال پہنچے سرِ عرش
اپنا ہی نہ بھید جب کہ پایا اب تک

---(*)---

اے کاش تمھاری بزم تک پہنچوں میں
سجدہ کروں نقشِ پا جو پا جاؤں میں
دل میں آتے ہو آنکھ میں بھی آ جاؤ
کافر ہوں جو غیر کو کبھی دیکھوں میں

(۳۶)

(۳۷)

ہر چند کہ اندیشۂ فردا کردم
صد گونہ نظر جمال آرا کردم
جز سوختگی نیافت پروانۂ دل
رقصِ بجوالیِ شررہا کردم

---(*)---

ہرگز نہ تمناؤں سے بیگانہ بنے
چاہوں تو یہ دل رشکِ پری خانہ بنے
اس کعبہ کا سنسان ہی رہنا اچھا
آباد یہ ہو جائے تو بت خانہ بنے

(۳۸)

(۳۹)

اے حسنِ سراپا، ترا دیوانہ ہوں
تو شمع ہے اور میں ترا پروانہ ہوں
جل جائے نہ کیوں اپنے ہی شعلوں سے دل
میں عشقِ حقیقی کا طپش خانہ ہوں

(※)

ہر جلوہ تھا اک حسین جلوہ مجھ کو
ہر شکل تھی بشکلِ شکلِ لیلیٰ مجھ کو
میں سامنے دنیا کے رہا ہوں قدسی
دنیا کی نگاہوں نے نہ دیکھا مجھ کو

(۴۰)

(۴۱)

گزرا ہوں مہ و مہر کی دنیاؤں سے
بندوں سے ملا کبھی نہ آقاؤں سے
چھایا ہوا ہوں ہر اک فضا میں قدسی لیکن
سایہ کی طرح چلا نہیں پاؤں سے

(※)

خوشبو سے مری مہک اُٹھے لاکھ جہاں
ہیں پھر بھی حقیقتیں حقیقت میں نہاں
نسبت ہے تو پوچھ سرِ حنا سے مجھ کو
ظاہر سے نہیں ہے رنگِ باطن عریاں

(۴۲)

(۴۳)

سوے ہے مستم کہ تمیز یارے نیست
آنم کہ مرا بہ دہر غمخوارے نیست
ایں مسند فقر جلوہ افروز ز من
با دولت و مال و زر سروکارے نیست

۰۰(*)۰۰

ہر چند ز نان و آب بے غم ہستم
وز رنج بتانِ شوخ ہم بے وستم
با ایں ہمہ بے تعلقی نازے نیست
نازم کہ بہ ذکر و فکرِ حق سرمستم

(۴۴)

(۴۵)

ہر چند کہ حرفہا گرفتند ہمہ
حقا کہ معانیم نفہمند ہمہ
ذوقے کہ نہفتہ بود در خاطرِ ما
افسانۂ من ازاں شنیدند ہمہ

۰۰(*)۰۰

نشتر ہے تو حسن کا فسانہ، سن لو
دلکش ہے تو عشق کا ترانہ، سن لو
بس زیست کا لطف ہے تو یہ ہے، ورنہ
خود زیست ہے موت کا بہانہ، سن لو

(۴۶)

(۴۷)

وقفِ نگہِ ناز ترا کیا کہنا
صرفِ غمِ غمّاز ترا کیا کہنا
ہیں حسن کے انداز نمایاں تجھ میں
اے عشقِ فسوں ساز ترا کیا کہنا

۲(٭)۲

دریا میں کہیں ہے نہ وہ کہسار میں ہے
صحرا میں کہیں ہے نہ وہ گلزار میں ہے
سر جان کا سودا جو سر بیدار ہے تو
یوسف ہے تو بس عشق کے بازار میں ہے

(۴۸)

(۴۹)

ہر ذرہ بہ وسعتِ بیابانے ہست
ہر گل بہ لطافتِ گلستانے ہست
اے عشق عجب شعبدہ کاری واللہ
ہر قطرہ بہ جوششِ گریہ طوفانے ہست

۲(٭)۲

اے حسنِ فسوں طراز بس کر بس کر
اے عشقِ جنوں نواز بس کر بس کر
دل تھا وہ شکار ہو چکا پہلے ہی
اے چشمِ نشانہ باز بس کر بس کر

(۵۰)

(۵۱)

عشاق کو سب خاک بسر دیکھتے ہیں
با حالِ تباہ و چشمِ تر دیکھتے ہیں
پوچھے ہے ہم سے حال اُن کا کوئی لیکن
جلوے نظر آتے ہیں جدھر دیکھتے ہیں

۔۔۔(*)۔۔۔

(۵۲)

یہ سچ ہے کہ باغِ حُسن لاثانی ہے
لیکن چمنِ عشق بھی سب فانی ہے
کہتے ہیں اُسی کو دل، وہی دل، دل ہے
جس دل میں محبت کی فراوانی ہے

(۵۳)

یہ ذوق نیا یہ ساز و ساماں ہے نیا
یہ رنگ انوکھا ہے یہ ارماں ہے نیا
عشاق کے دل اور اُن میں داغِ غمِ عشق
یہ پھول نئے یہ چمنستاں ہے نیا

۔۔۔(*)۔۔۔

(۵۴)

جو درد سے ہے دل میں وہ چمکنے والا
چھالا ہے جو دل میں وہ پکنے والا
مسرور ہوں پھر بھی ہر طرح میں قدسی
اک دن ہے گلِ عشق مہکنے والا

(٥٥)

جب دل میں بڑھیگا درد درماں ہوگا
سرمایۂ غم متاعِ ایماں ہوگا
صورت مری بن جائیگی اُن کی تصویر
یوں عشقِ حسیں تر نمایاں ہوگا

(٭)

(٥٦)

دنیا کا نہ مرتبہ نہ دولت اچھی
اچھی ہے اگر تو بس محبّت اچھی
ہوں عشق کا دیوانہ، بہت اچھا ہوں
میری تو یہی خراب حالت اچھی

(٥٧)

کیونکر کہوں، عزّ و جاہ والے اچھے
کیونکر کہوں، کج کلاہ والے اچھے
ہے دولت و مال بادشاہوں میں، تو ہو
ان سے تو دلِ تباہ والے اچھے

(٭)

(٥٨)

جو سوزِ محبّت سے جلے، دل ہے وہی
جس میں ہو بیانِ حسن، محفل ہے وہی
یہ قول ہمارا یاد رکھیں قدسی
جو عشق میں دیوانہ ہو عاقل ہے وہی

(۵۹)

سمجھے لوگ اسے شراب سمجھے قدری
سمجھے لوگ اسے عذاب سمجھے قدری
سمجھا کرے جس کی جو سمجھ میں آئے
ہم عشق کو آفت اب سمجھے قدری

قلب آگاہ شاد و کم محزون است
تشویش مکن کہ حالِ دنیا چون است
پیش آنکہ فنا شوی فنا شو در عشق
امراضِ حیات را ہمیں معجون است

(۶۰)

(۶۱)

در عشق ہزار بدگمانی دیدیم
ناکامیِ دل بہ کامرانی دیدیم
آشفتہ از وصل و فراق خوشتر
صد گونہ الم بہ شادمانی دیدیم

ممکن ہے کہ خار زار گلزار بنے
ممکن ہے کہ بے ثمر ثمردار بنے
آسان نہیں راہِ عشق طے کر لینا
جب تک نہ محبت میں دل انگار بنے

(۶۲)

(۶۳)

بے تابیِ دل کی پائمالی کردے
یعنی غم و اندوہ سے خالی کردے
دکھلا کے نظر نوازِ جلوے اپنے
اے حسن! دماغِ عشق عالی کردے

(۶۴)

آ، دل کو مرے وقفِ محبت کردے
ہر رنج کو میرے حق میں راحت کردے
افکارِ دو عالم سے مجھے دے کے نجات
دوزخ کو مرے واسطے جنت کردے

(۶۵)

پردے سے انھیں سامنے لاؤں گا میں
برقعِ رخِ روشن سے اٹھاؤں گا میں
مشتاق ہوں مشتاق بھی کامل مشتاق
پھر شمعِ سرِ طور جلاؤں گا میں

(۶۶)

گو سوزِ محبت نے بہت کچھ پھونکا
حتّٰی کہ سراپا کو جلا بھی ڈالا
جنت تو ملی ہم کو مگر دوزخ میں
تھا قلب میں پوشیدہ تصور اُس کا

(۶۷)

جو دل کہ محبت کا وطن بن جائے
نیائشِ حُسن سے دلہن بن جائے
عشاق کے داغہائے غم کیا کہنا
کھل جائیں جہاں پہ گل چمن بن جائے

۰۰(※)۰۰

جب عشق نہیں تو ہوش کھونا کیسا
جب درد نہیں تو دل سے رونا کیسا
وحشت ہی نہیں تو کوہ و صحرا کس کے
دامن ہی نہیں تو چاک ہونا کیسا

(۶۸)

(۶۹)

اُمیدِ کرم میں ہاتھ اُٹھانا کیسا
ہر گام پہ پاؤں ڈگمگانا کیسا
یہ نالہ یہ آہ یہ فغاں کیا قدسیؔ
راہِ الفت میں لڑکھڑانا کیسا

۰۰(※)۰۰

بے بادہ جو حاصل ہو وہ مستی کیسی
بے رُوح نظر آئے وہ ہستی کیسی
وحشت میں خیالِ راہ و منزل کس کا
اے عقلِ غلط کوش! یہ پستی کیسی

(۷۰)

(۷۱)

توقیر بڑھی ہے کیسی کیسی گل کی
تعمیر بنی بنائے غم پر دل کی
کہتے ہیں اسے ہمتِ مردانۂ عشق
منزل ہی پہ لے گئی طلب منزل کی

۔۔۔(٭)۔۔۔

مطلوب ہے ذوقِ بے نیازی کے لئے
طالب ہے شوقِ وفا طرازی کے لئے
قدسی غمِ عشق ہے مقامِ رفعت
اور عقل ہے شانِ امتیازی کے لئے

(۷۲)

(۷۳)

طالب، دنیا میں ہے منانے کے لئے
دنیا، طالب سے روٹھ جانے کے لئے
ہیں زیست سے اب تو ہاتھ اٹھا کر قدسی
بیٹھا ہوں اجل کو آزمانے کے لئے

۔۔۔(٭)۔۔۔

آ، اے اجل آ، کون اب اس طرح جئے
دل خون ہو، مگر آنکھ سے آنسو نہ بہے
مجبوری جذباتِ محبت، اے ہے
رونے کے لئے ہوں نہیں ہنسنے کیلئے

(۷۴)

(۷۵)

کہتا ہوں زباں سے کچھ تو ڈرتے ڈرتے
مضبوط ہوا ہوں ضبط کرتے کرتے
آئینۂ عبرت ہے مرا دم قدسی
دل مار کے بیٹھ گیا ہوں مرتے مرتے

(*)

(۷۶)

دل میں مرے پیچ و تاب آیا نہ گیا
جھگڑے کا کچھ حساب آیا نہ گیا
اس شان سے عمر کاٹی قدسی
گویا کہ کبھی شباب آیا نہ گیا

(۷۷)

مطلب کی صدا پہ ہمہ تن گوش ہے
گویائی کے مضمون پہ خاموش رہے
دیکھا تو نہ دیکھنے کا منظر قدسی
ہم ہوش میں آئے بھی تو مدہوش رہے

(*)

(۷۸)

راتیں گزری ہیں آہ کرتے کرتے
اک عمر ہوئی نباہ کرتے کرتے
افسوس انھوں نے قدردانی ہی نہ کی
دل ٹوٹ گیا ہے چاہ کرتے کرتے

(۷۹)

برباد گئیں تمام آہیں میری
گھل گھل کے ہوئی ہیں بند راہیں میری
وہ آٹھ پہر سامنے آنکھوں کے رہے
پھر بھی نہ ہوئیں سیر نگاہیں میری

۰۰(✻)۰۰

پیٹ نہ کیا نالۂ شب گیر کبھی
خاموش رہا ہر اک بلا بھی جھیلی
آخر اسی حال میں دم توڑ دیا
لیکن نہ کبھی زباں پہ اف تک آئی

(۸۰)

(۸۱)

ہے صرف یہ قسمت کی سیاہی میری
ہاں ہاں یہ نہیں ہے کم نگاہی میری
سو پیار سے لاکھ بار دیکھا تم نے
کام اپنا کیے گئی تباہی میری

۰۰(✻)۰۰

بے چین رہے فراق کی راتوں میں
پائیں نہ فراغتیں ملاقاتوں میں
اور زیست کے دن گزر گئے یوں قدسی
جیسے شب وصل کٹ گئی باتوں میں

(۸۲)

(۸۳)

دم بھر کی خوشی سے آہ بھرنا بہتر
ہر لحظہ خدا سے اپنے ڈرنا بہتر
بیکار ہے زندگی تمہاری قدسی
ایسی سے ہزار درجہ مرنا بہتر

---

(۸۴)

از زیست بہ مرگ آرمیدن اولیٰ
از وادیٔ پر قضا رمیدن اولیٰ
در دیدۂ ظاہری چہ آید قدسی
از دیدن یک دمے نہ دیدن اولیٰ

(۸۵)

بینی کہ بہ فن و مکر روزگار ندہیم
با خواہش نفس بد شعار ندہیم
پروردہ زر جبین کار چون بردارند
معلوم بود کہ در چہ کار ندہیم

---

(۸۶)

نازند شہاں بہ مایۂ و تخت و کلاہ
مغرور شدہ بہ سایۂ فوج و سپاہ
الّا چیزے نیافتند از دنیا
جز گور کہ ہست بہرشاں جائے پناہ

(۸۷)

عبرت کا مقام ہے جہانِ محسوس
ہوتا ہے خموش صبحدم ہر فانوس
رہتا نہیں اس جہانِ فانی میں کوئی
افسانہ ہے آج قصّۂ دقیانوس

---

(۸۸)

ہوں کان تو سن یہ اک کہانی قدسی
ہے شمعِ سحر جہانِ فانی قدسی
آنکھیں ہوں تو دیکھ لے جو جی چاہے
ہر نقش اجل ہے زندگانی قدسی

(۸۹)

ہو فکر تو عیشِ جاودانی کے لئے
یا کوئی دعا ہو عمرِ ثانی کے لئے
یہ کیا کہ شباب تو جنوں میں کھویا
روتے پھرتے ہیں اب جوانی کے لئے

بچپن فانی تری جوانی فانی
فانی ہے تمام زندگانی فانی
اللہ سے تو لگا کہ اس کی دنیا
باقی باقی ہے اور فانی فانی

(۹۰)

(٩١)

فانی تمھیں کہتے ہیں فنا کو ڈھونڈھو
کیوں زیست پہ مرتے ہو قضا کو ڈھونڈھو
سرگرمِ جستجوئے دنیا ہے عبث
ڈھونڈو تو فقط اپنے خدا کو ڈھونڈھو

---

(٩٢)

کیوں منع کروں قصر بنانے کے لئے
تیرا نہیں وہ تو ہے زمانے کے لئے
ہاں فکر لحد کی لازمی ہے قدسی
آئی ہے بدن میں جان جانے کے لئے

(٩٣)

دارا ہی رہا نہ جم نہ ہے روناؤس
کسریٰ ہی رہا نہ کَے نہ ہے کیکاؤس
شاہانِ فلک نشان ہوئے سب نابود
نادر ہی رہا نہ اُس کا تختِ طاؤس

---

(٩٤)

دل میں روشن چراغ ایماں کر لو
عقبیٰ کے لئے بھی کوئی ساماں کر لو
گنتی کے ہیں یاں زندگی کے دن دنیا میں
جتنا جینا ہو زیست آساں کر لو

(۹۵)

اے خاک نشیں! بلند و بالا ہو جا
پستی سے نکل فلک کا تارا ہو جا
دنیا کا اسیر ہو کے کیا پائے گا
ہو جا ہو جا فقط خدا کا ہو جا

(۹۶)

آنانکہ اسیرِ حرص چوں حیوان اند
در فکرِ طلا و نقرہ بس حیران اند
ہر چند بیافتند چیزے از دہر
لیکن ہمہ روز و شب ہماں خواہان اند

(۹۷)

دنیا کو وہ نازنین دیکھا میں نے
ایسا نہ کوئی حسین دیکھا میں نے
سیمیں ہے بدن مگر ہے شعلہ افگن
اس برف کو آتشیں دیکھا میں نے

(۹۸)

وہ حسن دکھا رہی ہے دنیا سب کو
مشتاق بنا رہی ہے دنیا سب کو
عقبیٰ کا خیال بھی نہ آئے قدرے
وہ کام سکھا رہی ہے دنیا سب کو

(۹۹)

دنیا مری نظروں سے گرادے یارب
دیوانۂ حقیقت کا بنادے یارب
ہر سمت ترا جلوۂ یکتا دیکھوں
آنکھوں سے حجابات اٹھادے یارب

—(※)—

کس کام کی آہِ سرد توبہ توبہ
دل اور رہینِ درد توبہ توبہ
دنیا کی ہوس کا میل کیسا غافل
عورت کا مریدِ مرد توبہ توبہ

(۱۰۰)

(۱۰۱)

ہر ایک کو دنیا میں ہے دنیا کی تلاش
یا اس سے ذرا ہٹ کے ہے عقبیٰ کی تلاش
لیکن مری فطرت کو ہمیشہ یہ فکر رہی
ہے خوبیِ احساسِ تمنا کی تلاش

—(※)—

ہیں صید نہیں فطرتِ انسانی کا
پابند نہیں خواہشِ نفسانی کا
کافی ہے فقیری کی چٹائی قدسی
طالب نہیں اورنگِ سلیمانی کا

(۱۰۲)

(۱۰۳)

راحت مری روح کی گرانجانی ہے
سرمایۂ دل بے سروسامانی ہے
قدسی جسے بوریا سمجھتے ہیں سب
دراصل وہی تختِ سلیمانی ہے

---

(۱۰۴)

از بسکہ توکل است پیرایۂ من
بے برگی و بے نوالی سرمایۂ من
جز من بہ قرینِ من نہ باشد چیزے
ہمسایۂ من بود ہمیں سایۂ من

(۱۰۵)

نازم سرِ کہ خدا داد مرا تخت و کلاہ
پیشِ نظرم نیست آں جایگاہ
گاہے نہ گزشت در دلِ من غمِ دوش
بارانِ نوازشات شد پشت و پناہ

اللہ کی رحمتیں بہت برسی ہیں
بے حد و حساب نعمتیں بخشی ہیں
ہیں بر لبِ آب اور پھر بھی پیاسے
انساں بھی عجب طرح کے خبطی ہیں

(۱۰۶)

(۱۰۷)

بے تاب کو تاب کون دے گا قدسی
لب تشنہ کو آب کون دے گا قدسی
اللہ کو بس پکارتا جا دل میں
رستے میں جواب کون دے گا قدسی

(*)

تسکینِ دلِ حزیں عطا کر یا رب
تصویر کوئی حسیں عطا کر یا رب
ویران پڑی ہوئی ہے جاں کی بستی
خالی ہے مکاں مکیں عطا کر یا رب

(۱۰۸)

(۱۰۹)

پردہ رُخِ زیبا سے اٹھا دو اب تو
بیتاب ہوں صورت ہی دکھا دو اب تو
بے نور نظر آتا ہے ویرانۂ دل
تسکین کی تدبیر بتا دو اب تو

(*)

بندے کو تو قصور سے ہے بخشش دعوے دار
لیکن ہے گداگری میں کچھ شرم نہ عار
اللہ سے جو مانگیے مل جاتا ہے
پھر غیر کے در پہ کیوں کھڑے ہوں بیکار

(۱۱۰)

(۱۱۱)

صوفی کا یہ انجذابِ ہُو حق بے سود
مُلّا کا طریقِ کار بق بق بے سود
کچھ اور ہیں معرفت کی باتیں قدسی
پُر بحث فلاسفہ و منطق بے سود

——(*)——

(۱۱۲)

فطرت ہی کا نام دوسرا ہے تقدیر
قسمت کو سمجھ ہے مآلِ تدبیر
قانون بدل جائے یہ ممکن ہی نہیں
تشہیرِ جہاں ہے اک مسلسل زنجیر

(۱۱۳)

تقدیر نے کی نہ پاسبانی میری
برباد ہوا، مٹی جوانی میری
دنیا میں ہوا سب کہیں نہ چرچا میرا
پہنچی نہ کہیں کہانی میری

——(*)——

(۱۱۴)

ہر شے کو بیگانہ ہی بن کر دیکھا
دیکھا جب دیوانہ ہی بن کر دیکھا
عالم کو مگر ہم نے نہ دیکھا کبھی قدسی
افسانہ کو افسانہ ہی بن کر دیکھا

(۱۱۵)

رکھا مجھے پائمالِ ہستی صد حیف
معلوم نہ تھا مآلِ ہستی صد حیف
ہستی کا نہیں وجود پھر بھی قدسی
ہے آج بھی انفعالِ ہستی صد حیف

۔۔۔(*)۔۔۔

یہ دامنِ تر پہ بےگناہی کیسی
یہ داغ ہی داغ پہ تباہی کیسی
رو رو کے اسے سفید کر دے قدسی
یہ آنکھ میں پتلی کی سیاہی کیسی

(۱۱۶)

(۱۱۷)

از دیدہ نہاں جلوۂ جاناں تا کے
قلبِ مغموم و چشمِ گریاں تا کے
چوں صبحِ وطن بہ بیں جاش قدسی
پیشِ نظرت شامِ غریباں تا کے

۔۔۔(*)۔۔۔

حیران و پریشاں سے نظر آتے ہیں
کیوں آئینہ سامانی سے گھبراتے ہیں
کس کی یہ نگاہوں کا کرم ہے قدسی
جلووں کی شعاعوں میں گھرے جاتے ہیں

(۱۱۸)

(۱۱۹)

نازند کساں بہ ہاؤ ہوئے پیہم
نازند کساں بہ گریہ ہائے شبِ غم
آنم کہ جہانِ عشق از من آباد
نازم سر کہ طوافِ حسن کامل کردم

—— ۰٫(※)٫۰ ——

صوفی ز مقام و حال وابستہ تر
ملّا از قیل و قال وابستہ تر
آنم کہ ز حال و قال گشتہ بیزار
ہستم بہ خیالِ خال وابستہ تر

(۱۲۰)

(۱۲۱)

ہر چند بہت منفعل تھی مے نوشی
پھر بھی رندوں نے توبہ کر ہی ڈالی
دیکھیں اس وقت دل پہ کیسی گزرے
جب کالی گھٹا فضا پہ چھا جائے گی

—— ۰٫(※)٫۰ ——

پھر دل میں غبار و جوشِ مستی اٹھا
پھر ذوقِ نشاط و مے پرستی اٹھا
تھا میرا ہی منتظر زمانہ کب سے
میں کیا اٹھا جہانِ ہستی اٹھا

(۱۲۲)

(١٢٣)

گلشن میں کھلے ہیں پھول دامن بھر لو
موسم ہے بہار کا بہاریں لوٹو
کانٹوں میں کہیں الجھ نہ جانا قدسی
داماں کو بچا بچا کے چلنا سیکھو

(١٢٤)

دورِ گل و موسمِ جوانی آیا
روزِ خوش و رنگِ شادمانی آیا
مژدہ باد اے چمن کے رہنے والو
ہنگامِ بہار و گلفشانی آیا

(١٢٥)

دو روز کا فصلِ گل کو مہماں دیکھا
کچھ دیر عنادل کو غزل خواں دیکھا
دیکھا دیکھا ترا گلستاں کہیں پایا
پایا تو خزاں کا دور دورہ دیکھا

(١٢٦)

تا کے بہ چمن بہار دیدن بس بس
تا کے گلِ رنگ رنگ چیدن بس بس
ایں چیست کہ بہ بہار تکیہ کردی
تو آمدہ برائے رفتن بس بس

(۱۲۷)

ایں ذوقِ وصالِ یار آخر تا کے
ویں شوقِ نشاطِ کار آخر تا کے
بینی کہ خزاں رسیدہ باشد روزے
قدسی بہ چمن بہار آخر تا کے

۔۔۔(※)۔۔۔

اے دل طلبِ نشاطِ فانی کب تک
ہنگامۂ عیش و شادمانی کب تک
تا چند خرابِ شوقِ کیف و نغمہ
یعنی یہ فریبِ نوجوانی کب تک

(۱۲۸)

(۱۲۹)

اب دل میں کہاں وہ گرمجوشی کے مزے
ہُو کا عالم ہے اور خموشی کے مزے
کُنجِ عزلت ہے اور یادِ مولیٰ
میں ہوں اور میری جانفروشی کے مزے

۔۔۔(※)۔۔۔

ہر لفظ میں نغماتِ جوانی توبہ
پھر اس پہ محبت کی کہانی توبہ
ہر شعر پہ دل مست ہوئے جاتے ہیں
توبہ مری رنگین بیانی توبہ

(۱۳۰)

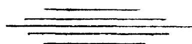
نسیم اللہ

کیا خوب رباعیاں یہ برجستہ ہیں
موضوع لطیف و سربستہ ہیں
خوشبو سے مہک رہی ہے بزمِ شعرا
دلکش ہیں نظر فریب گلدستہ ہیں

ضمیمہ

اِصلاحی و اخلاقی رُباعیاں بھی مختلف مضامین سے چن کر بیٹے جمع کی تھیں جن کو اس مجموعہ میں بطور ضمیمہ شامل کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ ذخیرہ تمام و کمال جمع نہ ہو سکا، انشاء اللہ طبع ثانی میں یہ مکمل مجموعہ شامل ہو گا۔

ابرار



رباعی

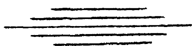
ہر روز نیا سُنا فسانہ تم نے
دیکھا بدلا ہوا زمانہ تم نے
پھر بھی رہیں بند ہی تمہاری آنکھیں
خود ہی اپنا کیا نشانہ تم نے

(۱۳۲)

رباعی

آپس میں بھی رشتۂ اخوّت توڑا
بندے ہیں مگر خدا سے منہ بھی موڑا
یہ شوق تباہیوں کا توبہ توبہ
اپنی قسمت کو اپنے ہاتھوں پھوڑا

(۱۳۳)



رباعی

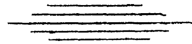
بے حس ہیں قطرہ یہ جوش و مستی کیسی
غفلت کا اثر ہے خود پرستی کیسی
یہ گردش و انقلابِ دنیائے دنی
مہنگی چیزیں ہیں آج سستی کیسی

(۱۳۴)

رباعی

غافل کو نہیں ہے فکر ننگ و ناموس
غفلت نے بنا دیا ہے ابلیس کا جاسوس
ذلت میں پڑے ہوئے ہیں اہل دنیا
احساس ہی جب نہیں ہے تو کیا ہو محسوس

(۱۳۵)



رباعی

کیسی ہے یہ پُر فریب سازش توبہ
دنیا میں سکون کی ہے خواہش توبہ
مصروف ہیں اپنے اپنے کاموں میں سب
ثمر تو جمود کی ہے کاوش توبہ

(۱۳۶)

رباعی

موہوم و عبث نہیں نظامِ دنیا
حکمت سے بھرا ہوا ہے کامِ دنیا
آنکھیں ہوں تو دیکھ ہر طرف جی بھر کے
مصروفِ عمل ہے خاص و عامِ دنیا

(۱۳۷)

رباعی

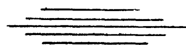
ہو نامِ خدا جوان اکڑنا سیکھو
سایہ سے بھی اپنے آپ لڑنا سیکھو
ہے کام کا وقت کچھ دکھا دو کر کے
سستی نہ کرو ذرا بگڑنا سیکھو

(۱۳۸)

رباعی

جینا ہے تو مرد بن کے دنیا میں رہو
اور چھائی ہے بزدلی تو مر ہی جاؤ
یہ کیا کہ دبے جاتے ہو ہر دشمن سے
بازو کا بھی زور کچھ دکھاؤ لوگو

(۱۳۹)



رباعی

گو تیر حوادث کا نشانہ ہو تم
پھر بھی مخلوق میں یگانہ ہو تم
کردار سے بدترین حالت ہی سہی
کہتا ہوں کہ یکتائے زمانہ ہو تم

(۱۴۰)

رباعی

ہو جوش نہ ملّی تو مسلماں کیسا
اخلاص نہ ہو دل میں تو ایماں کیسا
جو خود کو نہ پہچانے وہ انساں کب ہے
ہو پھول نہ جس میں وہ گلستاں کیسا

(۱۴۱)

رباعی

تو کام نہ لے سرخستگی سے اپنی
مایوس نہ ہو شکستگی سے اپنی
ہو جائے گی تیری رستگاری اک دن
مغموم نہ ہو گرفتگی سے اپنی

(۱۴۲)

رباعی

اللہ کا نام لے مسلماں ہو جا
ظلمت سے نکل کے نور ساماں ہو جا
ہاں جوڑ لے ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے
اے عقل فروش اب بھی انساں ہو جا

(۱۴۳)

رباعی

بے جلوۂ جاں تو تیرا جینا کیا
بے نورِ نگاہ دیدۂ بینا کیا
امروز کی فکر ہے نہ فکرِ فردا
بے کیفِ شرابِ ناب پینا کیا

(۱۴۴)

رباعی

روزِ روشن سیاہ کرنا سیکھا
دل کی دنیا تباہ کرنا سیکھا
اے ہند کے نوجوان مسلم! صد حیف
سیکھا تو فقط گناہ کرنا سیکھا

(۱۴۵)

رباعی

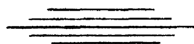
شیطان سے جو بھی ربط کر لیتا ہے
وہ اپنے حواس خبط کر لیتا ہے
ہاں، جس کو ملی ہے حق سے دانشمندی
تدبیر سے خود کو ضبط کر لیتا ہے

(۱۴۶)

رباعی

راہوں سے خبردار نہ منزل آگاہ
طوفان سے دامن میں ہو جیسے پرکاہ
ہے قوم کے ہر فرد کا قدسی یہ حال
پھر کیسے کوئی پائے کہیں جائے پناہ

(۱۴۷)



رباعی

اقوام و ملل ہوں متحد، ہے اک خواب
اسلام سے وصلِ کفر، آتش و آب
نور و ظلمت ملیں یہ ناممکن ہے
پاتال زمیں کہاں، کہاں ہے مہتاب

(۱۴۸)

رباعی

مرد بن اور مردِ سالم بن جا
ہر شے ہو نگاہ میں وہ عالم بن جا
ہوں لاکھ عدوئے جاں تو کیا کر لیں گے
پابندیِ دیں کے ساتھ مسلم بن جا

(۱۴۹)

رباعی

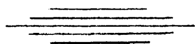
وہ دل کہ ہے دنیا کی محبت اس میں
گھر کر گئی حرصِ مال و دولت اس میں
کیا کام میں آئے وہ کسی کے قدسی
ہمت ہی نہ اس میں ہے نہ طاقت اس میں

(۱۵۰)

رباعی

مسجد کے نہ قابل ہیں نہ وہ منبر کے
جو آپ بھکاری ہیں زمانہ بھر کے
سادہ لوحوں کو کر رہے ہیں گمراہ
اور دعوۂ اتّباعِ سنت کر کے

(۱۵۱)



رباعی

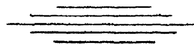
اک عمر فریبِ اہلِ تقویٰ کھایا
اچھّے کے لباس میں نہ اچھّا دیکھا
دنیا میں نہیں کسی کا کوئی قدسی
جس کو پایا غرض کا بندا پایا

(۱۵۲)

رباعی

دنیا کے ہر اک رنگ میں دھوکا نکلا
بلبل تھی جسے پھول وہ کانٹا نکلا
جانا جسے پارسا بظاہر بیٹے
جب کام پڑا ریا کا پُتلا نکلا

(۱۵۳)



رباعی

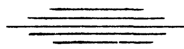
رہبر ہیں اسیرِ خود نمائی توبہ
غیرت ہے نہ پاس حق شناسی توبہ
تہذیب جدید کی پرستاری ہے
آئینِ قدیم سے ہیں عاری توبہ

(۱۵۴)

رباعی

سوتے ہوئے فتنوں کو جگا دیتے ہیں
جاگی ہوئی قسمت کو سلا دیتے ہیں
معکوس ترقی میں ہوئے ہیں مشاق
بنتے ہوئے کاموں کو مٹا دیتے ہیں

(۱۵۵)



رباعی

جو لوگ منافق ہیں مسلمان نہیں
حیوان ہیں حیوان ہیں انسان نہیں
دنیا میں وجود ان کا رہے گا جب تک
آپس کی موافقت کا امکان نہیں

(۱۵۶)

رباعی

صیاد! نہ طلسم جی بہلنے کے لئے
آتی ہے بُری گھڑی نہ ٹلنے کے لئے
بنیاد میں جس شاخ کی صیادی ہے
وہ شاخ نہیں پھولنے پھلنے کے لئے

(۱۵۷)

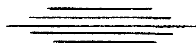
رباعی

تو جائے گا کس منہ سے سوئے ربِّ قدیر
تیرا جھکا گر کے سر تربتِ پیر
کیا کھو ہی گئی ہے عقل تیری مُلّا
اللہ کو چھوڑ کر ہوا ہے دلگیر

(۱۵۸)

رباعی

غرقی سے سوا نہیں ہے ملک و اموال
پھر بھی وہ بنے ہوئے ہیں غوث و ابدال
مستغنی دین و فارغ دنیا ہیں
ہاتھوں میں ولایت کا لئے اندر جال
(۱۵۹)



رباعی

قیصر نہ بنے کوئی نہ فغفور بنے
کیوں ہیچ مستروں پہ مغرور بنے
تم کام کی زندگی اسی کو سمجھو
روزی یہی اچھی ہے کہ مزدور بنے
(۱۶۰)

رباعی

دامن میں جو عیبوں کو چھپا لیتے ہیں
سو نیکیاں وہ مفت کما لیتے ہیں
یہ کام بڑی ہمّت و جرأت کا ہے
انسان ہی یہ بار اٹھا لیتے ہیں

(۱۶۱)

ناشر

سیّد ابرار حبیب مدیر مکتبہ ناصریہ

آستانہ مُبارک بھوپال